حجاب اور اجتماعی سرگرمیاں

مولانا گوہر رحمٰن

ڈاکٹر انیس احمد

چہرے کے پردے' خاندانی زندگی میں حجاب کے آداب و حدود اور اجتماعی اور دعوتی سرگرمیوں میں عورتوں کی شرکت کے بارے میں سوالات برابر آتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے مدیر **ترجمان القرآن**' خرم مراد مرحوم نے **ترجمان القرآن** (رسائل و مسائل نومبر ۱۹۹۶) میں ایک تحریکی بہن کے جواب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جس پر ایک دوسری بہن نے گیارہ سوالات قائم کیے ہیں اور ان کے بارے میں رہنمائی چاہی۔ ہم نے ان سوالات کے بارے میں محترم مولانا گوہر رحمٰن صاحب اور جناب ڈاکٹر انیس احمد کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ دونوں کے جوابات شائع کیے جا رہے ہیں۔ ان میں اصل مسائل کے بارے میں بڑی وقت نظر سے' گو بڑے اختصار کے ساتھ' تمام ہی اہم پہلوؤں کا (بشمول اختلافی آرا) احاطہ کر لیا گیا ہے۔ نیز احکام کی تشریح و تعبیر اور حالات پر ان کی تطبیق کے باب میں بھی بڑی مفید رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است!" انداز بیان اور تفہیم و تعبیر احکام میں اختلاف کے باوجود مقصد کے تعین اور غور و فکر کے انداز میں اشتراک و اتفاق بھی اس تحقیق و تجزیہ کا ایک پہلو ہے۔ ان دونوں نقطہ ہاے نظر کی اشاعت کا مقصد کسی بحث کو جنم دینا نہیں بلکہ غور و فکر کے جملہ پہلوؤں کو پوری علمی متانت کے ساتھ قارئین تک پہنچانا ہے اور انھیں دین حق کے احکام و آداب اور اپنے ضمیر کے مطابق فکر و عمل کی دعوت دینا ہے۔ دیانت اور اخلاص پر مبنی اختلاف بھی ہماری روایت کا اسی طرح ایک درخشاں حصہ ہے جس طرح اتفاق اور اجماع۔ چونکہ مزید بحث پیش نظر نہیں اس لیے مزید سوال و جواب کے لیے بلاواسطہ اہل علم سے خط و کتابت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ **ترجمان القرآن** کے صفحات پر اب اس گفتگو کو مزید آگے بڑھانا ممکن نہیں۔ (مدیر)

۱۔ آپ نے لکھا ہے کہ چہرے کے پردے کے بغیر سامنے آنے کے بکثرت نظائر موجود ہیں جن کو جمع کر دیا گیا ہے۔ کتابوں کے نام و مصنفین سے آگاہ کیجیے تاکہ براہ راست استفادہ کیا جا سکے؟

۲۔ کیا آپ کے خیال میں چہرہ، عورت کی سب سے بڑی زینت نہیں؟

۳۔ کیا چہرہ کھول کر ہی خاندانی روابط کو جوڑا جا سکتا ہے؟ بہت سی ایسی خواتین بھی دیکھی ہیں جو گھونگھٹ کی طرح پلو لٹکا کر بہترین خاندانی روابط نبھا رہی ہیں۔ شریعت کی رو سے کون سا طریقہ زیادہ پسندیدہ اور مطلوب و مقصود ہے؟

۴۔ آج کے معاشرے میں جس طرح چہرے کا پردہ کرنے سے خاندانی روابط کے سرد پڑ جانے کا خدشہ ہے بعینہ عورت کے علیحدہ گھر کے مطالبے سے بھی خاندانی روابط کے منقطع ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ لہٰذا اولین ترجیح حکم شرعی کو دی جانی چاہیے یا افراد کی پسند کو جو لاعلمی اور معاشرتی و اخلاقی تنزل کی وجہ سے کافی حد تک غیر اسلامی ہو چکی ہے۔ جو عورت خود دوسروں کے "موڈ" پسند" روایات کو دیکھ کر اسلامی احکامات میں گنجایش اور رخصتیں نکالتی چلی جائے گی کیا اس کی تبلیغ موثر ہو سکتی ہے؟ دوسروں کو بدلنے کے لیے خود اسلامی احکامات پر استقامت لازمی ہے ورنہ نتائج منفی ہی رہتے ہیں۔ میرے مشاہدے کی حد تک تو یہی صورت حال ہے۔

۵۔ امربالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی ادایگی کے لیے بھی آپ کے نزدیک چہرے کا پردہ رکاوٹ ہے۔ لیکن جس طرح عام معاشرے میں مرد، مردوں میں اور عورتیں عورتوں میں یہ فرض ادا کرتی ہیں، کیا خاندان کے اندر بھی یہی اصول کار فرما نہیں ہونا چاہیے؟ اور اگر بالفرض کوئی ایسی ناگزیر صورت درپیش ہو تو کیا فون اور خط کے ذریعے یہ فرض ادا کرنا، حیا اور نسوانیت کے تقدس کے لحاظ سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ نہیں؟

۶۔ سگے ماموں اور چچا تک سے چہرے کے پردے میں غلو کی سمجھ تو آتی ہے لیکن کیا آپ کے خیال میں جوان چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد بھائیوں سے چہرے کو بہت زیادہ open نہ کرنا بھی "غلو" میں داخل ہے؟

۷۔ اگر کچھ لوگ غیر مسلموں سے مشابہت، وقت، پیسے کے ضیاع اور لغویات میں پڑنے سے اجتناب کی بنا پر بعض "ملبوسات اور رسومات" سے اجتناب کرتے ہیں تو کیا یہ بھی دین میں "غلو" ہوگا؟

۸۔ اگر کوئی خاتون رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے عزیمت کی راہ اختیار کرنا چاہے تو آپ کے خیال میں اسے اس پر ابھارنا چاہیے یا رخصتوں اور گنجایشوں کا عادی بنانا چاہیے؟

۹۔ آپ نے لکھا ہے کہ: "چہرے کا پردہ اختلافی ہے، یہ معروف بات ہے" لیکن میں نے تو ایم اے کے دوران جتنی بھی تفاسیر اور کتابیں اس موضوع پر پڑھی ہیں ان میں یہی پڑھا ہے کہ: "چہرے کے پردے کو ہمیشہ اختلافی بنایا جاتا رہا حالانکہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے!"

۱۰۔ دور نبویؐ میں مشترک مذہبی اجتماعات کی مثالیں تو ملتی ہیں جہاں خواتین سامع کی حیثیت سے دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں لیکن "مشترک سیاسی اجتماعات" کی کوئی مثال ہو تو بتایئے آج کل جو مظاہرے، دھرنے، ریلیاں

ہو رہی ہیں' کیا اس کا جواز شریعت میں ہے؟

۱۱۔ ایک مسلم خاتون جسے اپنی ذات' گھربار' اڑوس پڑوس' عزیز و اقارب' میں دین کی خدمت انجام دینا ہے' جملہ گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ--- کیا وہ دنیا بھر کی تحریکی ساتھیوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرنے کی مکلف ہے؟ مغرب کی طرح کیا اسلام بھی ایسی "مشینی خاتون" کا تصور دیتا ہے؟ اور کیا اس سے خاندانی نظام کمزور نہیں ہوتا' جس طرح مغرب میں ہوا---؟ اسلام میں ایسی گنجایشوں کا نکالنا مباح ہے یا حرام؟

مولانا گوہر رحمٰن

سوالات کے جوابات تحریر کرنے سے قبل چند متفقہ و مسلمہ قواعد کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے تاکہ جوابات کو سمجھنے میں ان کو مدنظر رکھا جائے۔ ان قواعد کے دلائل بیان کرنا اور ان کی تحقیق و تفصیل پیش کرنا ضروری نہیں ہے' صرف اشارات کافی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ فہم قرآن اور فہم حدیث کے لیے صحابہؓ و تابعینؒ اور دوسرے سلف صالحینؒ کی تحقیقات و تشریحات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ قرآن و سنت اور سلفؒ کی تشریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا دائرہ کار بھی محدود ہے اور طریق کار بھی مخصوص ہے۔ اسی طرح کچھ فرائض ایسے بھی ہیں جو عورتوں کی ذمہ داری نہیں ہیں بلکہ مردوں کی ذمہ داری ہیں۔ اس لیے اپنے اصل فرائض کو چھوڑ کر اور تقسیم کار کے اصول کو توڑ کر مردوں کے دائرہ کار میں داخل ہونا حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے۔

۳۔ ضرورت و مصلحت کے تحت دی گئی وقتی رخصتوں کو مستقل حکم شرعی بنانا اور معمول کے حالات کے لیے بطور نظیر پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ دین یقیناً آسان ہے لیکن اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ حالات و عادات کی وجہ سے جو حکم لوگوں کو مشکل نظر آ رہا ہو' اس کو آسان بنا دو' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا دین آسان ہے' اس پر عمل کرو اور اپنی طرف سے اس کو مشکل نہ بناؤ۔ اصل حکم شرعی ٹھیک ٹھیک بتا دیا جائے تاکہ آیندہ نسلوں تک دین کے احکام منتقل ہوتے رہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی مجبوری یا کمزوری کی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکا تو معافی کی امید تو کی جانی چاہیے لیکن دینی احکام کو لوگوں کی عادت اور طبیعت کے تابع بنانا بہت بڑا جرم ہے۔

۵۔ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہے بلکہ کھلا ہے اور اہلیت رکھنے والوں کے لیے اجتہاد کرنا ضروری بھی ہے لیکن نصوص اور ان کی اجماعی تعبیر کے خلاف اجتہاد کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۶۔ جو احکام عرف پر مبنی ہوں' وہ عرف کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں لیکن جو احکام نصوص پر مبنی ہوں' وہ عرف کے بدلنے سے نہیں بدلے جاسکتے۔

۷- مباح بلکہ مستحسن کام بھی اگر شرعی مفاسد کا ذریعہ بن سکتے ہوں تو وہ ممنوع ہو جاتے ہیں اور قانون سدِّ ذریعہ کے تحت ان پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔

۸- غلو کے معنی ہیں حد سے آگے نکلنا۔ اس مفہوم کے لحاظ سے خواتین کو اپنے اصل دائرہ کار سے نکال کر مردوں کے دائرہ کار میں لانا بھی غلو ہے اور ان پر غیر شرعی پابندیاں لگانا بھی غلو ہے۔

۹- اختلافی مسائل میں ضرورت و مصلحت کی بنا پر مسلک راجح کو چھوڑ کر مسلک مرجوح پر بھی اخلاص نیت کے ساتھ عمل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو۔

۱۰- اختلافی مسئلہ وہ ہوتا ہے جو دور صحابہؓ سے اختلافی چلا آ رہا ہو۔ وہ مسئلہ اختلافی نہیں کہلایا جا سکتا جس کو دور حاضر کے متجددین نے اختلافی بنا لیا ہو۔ البتہ نئے مسائل کے حل کے لیے نیا اجتہاد کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہیے!

ان عشرۂ کاملہ کے بعد اب اصل سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمایئے اور عمل کرنے کا عزم کیجیے۔

سوالنامے میں پوچھے گئے گیارہ سوالات دراصل تین مسائل سے تعلق رکھتے ہیں، ایک ہے چہرے کا پردہ، دوسرا ہے غیر محرم رشتے داروں سے پردہ اور تیسرا مسئلہ ہے خواتین کا کھلے عام مظاہرے کرنا۔ ان تین مسائل کی تنقیح و توضیح سے ان شا اللہ استفسار کرنے والی محترم خاتون کی تشفی ہو جائے گی۔ میں اپنے جوابات کو انھی مسائل تک محدود رکھوں گا اس لیے کہ یہی پوچھے گئے ہیں۔

چہرے کا پردہ

(۱) موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں خواتین کے لیے غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا ممنوع ہے۔ البتہ شریعت میں دی گئی استثنائی صورتوں میں چہرہ کھولنے کی بقدر ضرورت اجازت ہے۔ دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

ابتداے اسلام میں چہرہ غیر محرم مردوں کے سامنے کھولنا جائز تھا۔ ہجرت کے بعد ذوالقعدہ ۵ھ میں حجاب کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا، وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ - ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ (الاحزاب ۳۳:۵۳)، "جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کو پاک و صاف رکھنے کا موثر ترین ذریعہ ہے"۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ حجاب کا یہ حکم امہات المومنین یعنی ازواج رسولؐ کے لیے تھا اور اس کی علت ان کا اکرام و احترام تھا، ان کی یہ بات آیت کے سیاق اور نظم کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے حکم کی علت ازواج رسولؐ کا احترام و اکرام نہیں بتائی اگرچہ یہ تقاضاے ایمان ہے، بلکہ قلوب کی طہارت کو اصل علت قرار دیا ہے، جس کی ضرورت امت کی عام خواتین کے لیے امہات المومنین اور صحابیات کے مقابلے

میں زیادہ ہے۔ اس لیے کہ ان کے دلوں میں کجی اور کھوٹ پیدا ہونے کا خطرہ زیادہ ہے۔ اس حکم کی مزید تاکید کے لیے یہ آیت بھی نازل ہوئی: "اور گھروں ہی میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کے پہلے دور کی طرح اپنی زینت و زیبائش کو نمایاں نہ کرو" (الاحزاب ۳۳:۳۳)۔ اس حکم کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورتیں گھروں سے باہر نہ نکلیں لیکن اسی آیت کے اگلے حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کا منشا اپنی زینت کو نمایاں کرنے اور اس کی نمائش کے لیے گھروں سے نکلنے کی ممانعت کرنا ہے۔ دینی اور معاشرتی و معاشی ضروریات کے لیے نکلنے کی ممانعت کرنا مقصد نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: قد اذن اللہ لکن ان تخرجن لحوائجکن (صحیح بخاری کتاب النکاح باب خروج النساء لحوائجھن)، "اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لیے گھروں سے نکلنے کی اجازت دے دی ہے"۔

اس آیت اور اس کی تشریح میں ارشاد رسولؐ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے اصل حکم قرار فی البیوت کا ہے اور اس کا دائرہ کار اور میدان عمل اس کا گھر ہے لیکن اس کو اپنے دینی فرائض ادا کرنے یا اپنی دنیوی حوائج کے لیے بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے بلکہ بعض حالات میں گھر سے نکلنے کو واجب بھی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن گھروں سے نکلنے اور بیرون خانہ حوائج پوری کرنے یا دینی فرائض ادا کرنے والی خواتین کو بھی پردے کا حکم دیا گیا ہے: "اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں" (الاحزاب ۳۳:۵۹)۔

اس آیت میں چادر کا پلّو لٹکانے کے معنی کیا ہیں؟ اس کا جواب دور صحابہؓ کے بہت بڑے مفسر قرآن اور ترجمان القرآن، عبداللہ ابن عباسؓ نے اس طرح دیا ہے کہ: "چادر کو پیشانی پر مضبوطی کے ساتھ چپکا کر اس کا ایک پلو ناک پر اس طرح لٹکا دے کہ آنکھیں اگرچہ کھلی رہیں مگر سینے اور چہرے کا اکثر حصہ چھپ جائے" (ابن جریر، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹)۔

ابن عباسؓ عربی زبان کے ماہر تھے اور فہم قرآن و حدیث کی بھی خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت کی اسی تعبیر و تفسیر کی بنیاد پر امام جصاصؒ، قاضی ابن العربیؒ، ابن جوزیؒ، امام رازیؒ، قرطبیؒ، ابن عطیہؒ، غرناطیؒ، ابوحیان اندلسیؒ، ابن کثیرؒ، نیشاپوریؒ، مظھری، ابو السعود اور دوسرے مفسرین نے آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ غیر محرم مردوں سے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔ دور حاضر کے اردو مفسرین میں سے مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، پیر کرم شاہ الازہری، مولانا مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ اس آیت سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے ان مفسرین کی تفاسیر میں سورہ الاحزاب، آیت ۵۹)۔

اس آیت کے نزول اور حجاب و نقاب کے حکم کے نفاذ کے بعد مسلمان عورتیں اپنا جسم اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف آنکھیں دیکھنے کے لیے کھلی رہتی تھیں۔ اصل شرعی حکم یہی ہے جو مذکورہ آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اگر اس حکم کے خلاف کچھ نظائر دور صحابہ میں ملتے ہیں تو وہ حجاب و نقاب کے احکام نافذ ہونے سے پہلے کے ہوں گے یا کسی استثنائی صورت اور ضرورت سے متعلق ہوں گے یا پھر بعض خواتین کی شخصی بے احتیاطیاں ہوں گی۔ اس لیے ان نظائر سے قرآن کا مذکورہ حکم نہ منسوخ ہو سکتا ہے اور نہ اس میں ترمیم ہو سکتی ہے۔ قانون کے فہم میں اصل چیز اس کے الفاظ ہوتے ہیں اور اس کی تعبیر میں مستند ماہرین قانون ہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ معاشرے کے کچھ افراد کا عمل قانون کی تعبیر کے لیے بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا اگرچہ وہ قرون اولیٰ کا معاشرہ ہو۔ اس لیے کہ اچھے سے اچھے معاشرے میں بھی ضرورت و مجبوری کی وجہ سے یا بشری کمزوری کی وجہ سے قانون کی خلاف ورزی کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ البتہ اگر صحابہ کرامؓ کا عام تعامل اور اجماع موجود ہو کہ چہرے کا پردہ ضروری نہیں ہے تو پھر اس کو آیت مذکورہ کی تعبیر و تفسیر میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا اجماع تو کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ دور صحابہؓ کے پاکیزہ معاشرے میں چہرے کے پردے کے بغیر سامنے آنے کی مثالیں تلاش کرنا اور ان کو دور حاضر میں بھی چہرے کا پردہ نہ کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کرنا، آخر تحقیق کی کون سی قسم ہے؟ جبکہ ہمارے معاشرے میں بے حیائی، عریانی اور فحاشی کا ایک تباہ کن سیلاب آیا ہوا ہے اور یہ مادیت، نفسانیت اور حیوانیت کے غلبے کا دور ہے۔ صحابہؓ و صحابیاتؓ کا عمل بھی ہمارے لیے نمونہ ہے لیکن قرآن کے واضح حکم کے مقابلے میں ان کا عمل حجت نہیں بن سکتا۔

فقہائے اسلام میں جن ائمہ کی رائے یہ ہے کہ غیر محرم مردوں کے سامنے چہرے کو کھولنا جائز ہے، انھوں نے اس اجازت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے کہ اس سے فتنے کا خطرہ نہ ہو لیکن آج کل تو ہمارا معاشرہ فتنوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ائمہ کے متبعین و معتقدین کے نزدیک بھی آج کے پرفتن دور میں چہرے کا پردہ ضروری ہے (درمختار بمعہ رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۳۷۷، اور الحظر والاباحۃ ج ۵، ص ۳۲۵)۔ اس کی وجہ "سد ذریعہ" کا قانون ہے کہ کوئی جائز کام بلکہ مستحب کام بھی جب خرابی کا ذریعہ بنتا ہو تو اس پر پابندی لگائی جا سکتی ہے جبکہ خطرہ شدید ہو، صرف وہم پر مبنی نہ ہو۔

غیر محرم رشتے داروں سے پردہ اور مشترک گھر

(۲) دوسرا مسئلہ غیر محرم اقارب سے پردہ کرنے کا ہے لیکن اس کا تعلق اس سوال سے ہے کہ کیا علیحدہ گھر عورت کا شرعی حق ہے؟ اس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن

وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ...... لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتٰهُ اللّٰهُ۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتٰهَا۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (الطلاق ۶۵:۶-۷)" "ان کو رہنے کے لئے گھر دو جہاں تم خود رہتے ہو، اپنی مالی حیثیت کے مطابق اور ان کو ایذا نہ پہنچاؤ تاکہ تم ان پر تنگی کرو..... رزق کی فراخی والا شخص فراخی کے ساتھ خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو تو وہ اتنا خرچ کرے جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی چیز کا جو اس نے اس کو دی ہو۔ ابھی دے دے گا اللہ سختی کے بعد آسانی اور فراخی"۔ یہ آیات اگرچہ طلاق کی عدت گزارنے والی عورتوں کے بارے میں ہیں لیکن یہ منکوحہ عورتوں پر بطریق اولیٰ صادق آتی ہیں۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مال کی فراخی اور فراوانی دی ہو تو بیوی بچوں کو مکان اور نفقہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے رزق کی تنگی اور مال کی کمی کے امتحان میں ڈال دیا ہو تو اللہ نے جو دیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے۔ اس آیت اور اس مسئلے پر دوسری نصوص کی روشنی میں فقہ حنفی کی معروف کتاب: الھدایہ میں تصریح کی گئی ہے: "شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو رہنے کے لیے علیحدہ گھر فراہم کرے جس میں اس کے رشتے داروں میں سے اور کوئی نہ رہتا ہو الا یہ کہ بیوی ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو۔ اس لیے کہ بیوی کو مکان کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے جس طرح کہ نفقے کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خرچے کے ساتھ گھر کو بھی اس کا حق قرار دیا ہے۔ جب یہ اس کا حق ہے تو شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی اور کو بھی اس گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے کی اجازت دے۔ اس لیے کہ اس کو تکلیف پہنچے گی، اس کا سامان محفوظ نہیں رہے گا، وہ اپنے شوہر کے ساتھ آزادانہ اور بے تکلفانہ زندگی نہیں گزار سکے گی (حسن معاشرت) اور میاں بیوی دونوں ازدواجی تعلقات (استمتاع) بھی قائم نہیں کر سکیں گے۔ اگر بیوی مشترک گھر میں رہنے پر راضی ہو جائے اور اپنے حق سے دست بردار ہو جائے تو اس کا علیحدہ گھر کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اگر شوہر کا دوسری بیوی سے بیٹا ہو تو اس کو بھی بیوی کے گھر میں ٹھہرانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر شوہر نے بیوی کو ایک بڑے مکان کے الگ کمرے میں ٹھہرایا ہو جس کا تالہ اور چابی الگ ہو تو یہ بھی کافی ہے، اس لیے کہ ضرورت پوری ہو گئی" (ھدایہ بمعہ فتح القدیر، کتاب النکاح، باب النفقہ، فصل فی السکنی، ج ۴، ص ۳۹۷۔ فقہ شافعیؒ، فقہ حنبلیؒ اور فقہ مالکیؒ میں بھی یہی حکم ہے۔ ملاحظہ کیجیے الموسوعة الفقیہہ الکویتیہ ج ۲۵، ص ۱۰۸-۱۰۹ مادہ السکنی)۔

باقی رہی شوہر کے والدین کی خدمت تو حسن معاشرت اور اخلاق حسنہ کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے والدین کا احترام کریں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کی خدمت بھی کریں۔ بڑوں

کی تعظیم و توقیر ویسے بھی اسلامی معاشرے کے آداب میں شامل ہے۔ لیکن قانوناً تو بیوی پر اپنے شوہر کے لیے کھانا تیار کرنا، کپڑے دھونا اور گھر کی صفائی کرنا بھی لازم نہیں ہے تو شوہر کے والدین کی خدمت کرنے پر اسے کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے؟ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہی ہے کہ بیوی کو گھر کے کام کرنے پر قانوناً و قضاءً مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ حسب استطاعت بیوی کے لیے ضروری ہے کہ کھانا پکانے، کپڑے دھونے، صفائی کرنے اور دوسرے گھریلو کام کرنے کا بوجھ اٹھائے، اگر اس کے علاقے کا رسم و رواج اور عرف عام یہی ہو، اس لیے کہ یہ "معاشرت بالمعروف" کا تقاضا ہے۔ اس کے علاوہ صحابیاتؓ اور تابعیاتؒ اپنے شوہروں کے گھر کے کام کیا کرتی تھیں بلکہ بعض تو بیرون خانہ کاموں میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت کا تقاضا تھا، کوئی شرعی پابندی نہیں تھی بلکہ جمہور فقہا کے نزدیک تو بیوی کے اپنے کام کرنے کے لیے خادم کا خرچہ برداشت کرنا بھی شوہر پر لازم ہے اگر وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو اور بیوی کو خدمت کے لیے خادم کی ضرورت ہو۔ (فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ عالمگیری، ج ۱، ص ۴۴۳، فتح القدیر ج ۴، ص ۳۸۷، الموسوعۃ ص ۲۴-۵۹، مادہ زوج)۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ مکان ملکیتی ہو بلکہ کرائے کا مکان یا عارضیتاً لیا گیا مکان بھی کافی ہے۔ بیوی کے نفقہ اور سکنیٰ اور زوجین کے حقوق و فرائض سے متعلق اور بھی احکام و آداب فقہ کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں لیکن وہ اس وقت موضوع سے باہر ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ غیر محرم رشتے داروں سے پردے کی حدود کیا ہیں؟ اور کیا کوئی غیر محرم رشتے دار زنانہ مکان میں داخل ہو سکتا ہے؟ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں جن گیارہ افراد کا ذکر ہوا ہے ان کے علاوہ کسی اور کے سامنے عورت اپنی آرائش و زیبائش اور بناؤ سنگھار کا اظہار نہیں کر سکتی خواہ وہ بالکل اجنبی ہو یا غیر محرم رشتے دار ہو۔ اس آیت میں اگرچہ چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن یہ دونوں آباء میں شامل ہیں۔ اسی طرح رضاعی اقارب کا ذکر بھی آیت میں نہیں ہوا لیکن بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رضاعی محارم کا حکم وہی ہے جو نسبی محارم کا ہے۔ بہرحال محارم کے علاوہ دوسرے اعزہ و اقارب اور اجانب دونوں قسم کے مردوں کے سامنے زیب و زینت کی نمائش جائز نہیں ہے خواہ گھر کے اندر ہو یا گھر کے باہر۔

دوسری پابندی یہ ہے کہ شوہر کی پسند اور اجازت کے بغیر بیوی کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں فرمان نبویؐ نقل ہوا ہے کہ: ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ (بخاری، کتاب النکاح)، شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ جابر بن عبداللہؓ کی ایک طویل حدیثؓ میں آیا ہے کہ: فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون (ترمذی کتاب التفسیر سورہ توبہ، ونحوہ فی مسلم حجتہ الوداع)، "تمہاری بیویاں تمہارے بستروں پر ان کو نہ بٹھائیں

جن کو تم پسند نہ کرتے ہو۔ اور تمھارے گھروں میں ان کو داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جن کو تم پسند نہ کرتے ہو"۔ ان احادیث کا صحیح مفہوم امام نوویؒ نے اس طرح بیان کیا ہے: "بیوی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنے شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سوائے اس کے جس کے بارے میں وہ جانتی ہو کہ میرا شوہر اس کے اندر آنے کو ناپسند نہیں کرتا اور وہ اس کے آنے پر ناراض نہیں ہے۔ خواہ اندرونِ خانہ آنے والا مرد ہو یا عورت اور محرم ہو یا غیر محرم" (نووی شرح مسلم حجتہ الوداع)۔

اس حدیث اور اس کی مذکورہ تشریح سے معلوم ہوا کہ شوہر کی پسند اور اجازت کے بغیر محرم مرد اور عورت کو بھی گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس لیے کہ بعض محارم اور عورتیں بھی فتنے اور خرابی کا باعث بن سکتی ہیں۔ شوہر کی پسند اور اجازت سے غیر محرم اعزہ و اقارب بھی اندر آ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ بعض غیر محرم رشتے داروں کے ساتھ محارم سے بھی زیادہ تعلقات اور روابط ہوتے ہیں اور وہ محارم کی طرح قابل اعتماد ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے رشتے دار اگر گھر کے دوسرے افراد کی موجودگی میں خاتون خانہ سے ملیں' بات کریں اور خاتون بھی سر اور سینے پر دوپٹہ ڈال کر یعنی "بکل" مار کر اس سے خیر خیرت پوچھے' دعا سلام کرے اور ضروری بات چیت کرے تو اس کی اجازت مذکورہ حدیث سے اشارتاً ثابت ہوتی ہے۔ اس بارے میں مولانا مودودیؒ کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے اور حدیث مذکور کے مفہوم کے مطابق نظر آتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: "جن رشتے داروں سے ابدی حرمت کا رشتہ نہ ہو (یعنی جن سے ایک کنواری یا بیوہ عورت کا نکاح جائز ہو) وہ تو نہ محرم رشتے داروں کے حکم میں ہیں کہ عورتیں بے تکلفی کے ساتھ ان کے سامنے آئیں اور نہ بالکل اجنبیوں کی طرح ہیں کہ عورتیں ان سے ویسا ہی مکمل پردہ کریں جیسا غیروں سے کیا جاتا ہے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ٹھیک ٹھیک کیا رویہ ہونا چاہیے؟ یہ شریعت میں متعین نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا تعین ہو نہیں سکتا۔ اس کے حدود مختلف رشتے داروں کے معاملے میں ان کے رشتے' ان کی عمر' عورت کی عمر' خاندانی تعلقات و روابط اور فریقین کے حالات (مثلاً مکان کا مشترک ہونا یا الگ الگ مکانوں میں رہنا) کے لحاظ سے لامحالہ مختلف ہوں گے اور ہونے چاہییں" (تفہیم القرآن' ج ۳' ص ۳۸۸)۔

اس سلسلے میں تیسری اہم بات یہ ہے کہ غیر محرم رشتے دار کے ساتھ خلوت اور علیحدگی میں ملنا اور بیٹھنا ممنوع ہے۔ احادیث میں اس کو دین و اخلاق کے لیے تباہ کن قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ کیجیے تاکہ اس حکم کی اہمیت معلوم ہو جائے۔

(ا) عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے دور رہو (علیحدگی میں)۔ اس پر انصار کے ایک شخص نے کہا کہ شوہر کے بھائی اور اس کے

دوسرے رشتے داروں کے بارے میں بھی بتایئے! آپؐ نے فرمایا: شوہر کے بھائی اور رشتے داروں سے خلوت میں ملنا تو موت ہے یعنی زیادہ خطرناک ہے"۔ (بخاری، مسلم)

متن حدیث میں "الحمو" آیا ہے جس کی جمع ہے "احماء"۔ اس کا اطلاق اکثر تو شوہر کے بھائی پر ہوتا ہے لیکن امام نوویؒ نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے: "احماء شوہر کے اقارب کو کہتے ہیں مگر اس حدیث میں شوہر کا بھائی، اس کا بھتیجا، بھانجا، چچا، چچازاد بھائی اور اس قسم کے وہ اقارب مراد ہیں جن کے ساتھ اس عورت کا نکاح جائز ہو، اگر وہ بیوہ ہو جائے۔ لوگ اس بارے میں چونکہ عام طور پر تساہل اور غفلت سے کام لیتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ خلوت کو موت سے تشبیہ دے کر رسول اللہؐ نے اس کے ممکنہ خطرات سے آگاہ فرمایا ہے"۔

(۲) جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت کے پاس کوئی رات نہ گزارے مگر اس کا شوہر اور اس کا محرم" (مسلم)۔

(۳) جابرؓ سے مروی ہے: "ان عورتوں کے گھروں میں نہ جاؤ جن کے شوہر موجود نہ ہوں اس لیے کہ شیطان خون کی طرح تمھارے جسم میں گردش کرتا ہے" (ترمذی فی الرضاع)۔

(۴) حضرت عمرؓ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بھی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اور علیحدگی میں نہ ملے اس لیے کہ اس صورت میں ان دونوں کے ساتھ شیطان تیسرا ہوتا ہے" ((ترمذی فی الفتن)۔

(۵) ابن عباسؓ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہرگز نہ ملے، مگر محرم کی موجودگی میں" (بخاری فی النکاح)۔

ان احادیث کی بنا پر فقہاے اسلام کا اتفاق ہے کہ غیر محرم عورت کے ساتھ علیحدگی میں ملنا اور بیٹھنا حرام ہے، اس لیے کہ اس سے شیطانی خیالات آنے اور غیر اخلاقی افعال میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ لیکن حدیث نمبر پانچ سے ثابت ہے کہ اگر عورت کے پاس اس کا محرم یا شوہر موجود ہو تو اس صورت میں ملنا جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ "خلوت" نہیں ہے اور اس سے کوئی خاص خطرہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مجلس میں دوسری عورت موجود ہو یا کئی عورتیں موجود ہوں یا مرد اور عورتیں دونوں موجود ہوں تو اس صورت میں ملنا جائز ہے۔ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: "خلوت کی حرمت اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب کہ درمیان میں پردہ ہو یا محرم موجود ہو یا کوئی قابل اعتماد ثقہ عورت موجود ہو" (ردالمحتار ج ۵، ص ۲۳۶، شافعیہؒ کا قول اصح یہی ہے المجموع شرح المہذب ج ۷، ص ۱۱-۱۲)۔

عورتوں کے برسرِ عام مظاہرے کرنا

(۳) تیسرا مسئلہ جس کا ذکر سوال نامے میں کیا گیا ہے' وہ ہے عورتوں کا کھلے عام بازاروں اور سڑکوں پر مظاہرہ کرنا۔ اس بارے میں میری سوچ اور حاصل مطالعہ یہ ہے کہ خواتین کے باپردہ اجتماعات' ان کا مجالس وعظ و تربیت میں باپردہ شرکت کرنا اور ان کی تعلیم کا اہتمام کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ افادیت رکھتا ہے' لیکن مخلوط اجتماعات' مخلوط تعلیم اور برسرِعام مظاہرے کرنا اور ریلیاں منانا' عورتوں کے دائرہ کار اور طریق کار سے تجاوز کرنا ہے۔ شریعت نے مردوں اور عورتوں کے لیے جو تقسیم کار کی ہے' یہ اس کے مطابق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے جلوسوں اور مظاہروں میں بے پردہ خواتین بھی گھس جاتی ہیں اور باپردہ خواتین کے لیے بھی ایسے مواقع پر حجاب و نقاب کی پابندی مشکل ہو جاتی ہے۔ ایسے مظاہروں میں اکثر نعرہ بازی بھی ہوتی ہے اور بغیر ضرورت و حاجت کے خواتین کی آواز سننا سنانا بھی شرعی آداب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کی اذان مکروہ ہے اور نماز کے دوران اگر امام کو اس کی غلطی پر متوجہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے مگر عورتوں کو سبحان اللہ کہنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ تالی بجا کر توجہ دلائیں گی۔ کفار کے مقابلے میں قتال کرنا کتنی بڑی عبادت ہے اور کتنا بڑا جہاد ہے' اس سے ہر مسلمان واقف ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفاے راشدینؓ نے عورتوں کو میدان جنگ میں حاضر ہونے کا نہ حکم دیا ہے' نہ ترغیب دلائی ہے اور نہ عورتوں کو محاذ جنگ میں لے جانے کا اہتمام کیا ہے۔ عورتوں کا شوق تھا کہ ہم بھی جہاد میں شرکت کرنا چاہتی ہیں لیکن آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا حج پر جانا' شوہر کے گھر اور بچوں کی نگرانی کرنا اور اپنے دائرہ کار میں رہ کر دوسرے دینی کام کرنا جہاد ہے۔ البتہ ہنگامی حالات میں صحابیاتؓ محاذ جنگ میں شریک ہوئی ہیں اور مجاہدین کو پانی پلانے' ان کا علاج کرنے اور ان کی لاشیں اٹھانے کی خدمات انجام دی ہیں۔ خواتین نفیرعام کے وقت جنگ میں عملاً حصہ لے سکتی ہیں بلکہ ایسے مواقع پر ان پر بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے لیکن کھلے عام مظاہرے کرنے کی نہ شرعی ضرورت ہے اور نہ عورتیں اس کی مکلف ہیں۔

ڈاکٹر انیس احمد

حجاب اور خواتین کے دعوتی کردار کے حوالے سے سوالات و مباحث اس بات کا پتا دیتے ہیں کہ جہاں تحریک اسلامی سے وابستہ حلقوں میں دعوت دینے کی تڑپ نہ صرف موجود ہے بلکہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ الحمدللہ اس فریضے کی ادائیگی میں مسلمان خواتین اسلامی حدود میں رہتے ہوئے ہی اس فریضے کو ادا کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ دامن اعتدال کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں' ایک